بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النور انٹر نیشنل

مئی ۲۰۱۶ء

رَجَب / رمضان 1437ھ

ALLAH IS WITH US

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت، کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمد کا دعویٰ مجدد صد چاردہم تھا نبوت نہیں

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

فہرست مضامین

۱: اعلانات و خبریں ۲

۲: کلام امام ۳

حضرت مسیح موعود اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی بحث

۳: ختمِ نبوت اور حضرت مسیح موعود ۶

از ڈاکٹر خورشید عالم تارین

۴: ایک عاجزانہ درخواست ۸

از شاہد عزیز

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

www.virtualmosque.co.uk پر

پروگرام واوقات

جمعہ - انگریزی 13:00

درس - بعد از جمعہ انگریزی 13:30

ماہانہ اجلاس - انگریزی - ہر ماہ پہلی اتوار 15:00

عیدین - انگریزی 11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین - پنجابی 13:00 سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور مباحثہ - ہر اتوار 09:00

سکائپ آئی ڈی Lahori-Ahmadi

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل info@aaiil.uk :

اِسلام انسانیت سے محبت سِکھاتا ہے۔

اعلانات اور خبریں

انگلستان

بین المذاہب جلسہ

۳۰ اپریل ۲۰۱۶ء کو جماعت نے ہورشم میں ایک بین المذاہب جلسہ میں شرکت کی۔ جلسہ کا موضوع تھا BUILDING BRIDGES through inter-religious dialogue - An exploration from different faith perspectives

محترم مشتاق علی صاحب کی اہلیہ ناصرہ جوئن علی نے جماعت کی نمائندگی کی۔ حاضرین اسلام کی اصل تعلیمات کی تفصیل سُن کر حیران و پریشان رہ گئے۔ سوال و جواب کے وقفے میں دیگر ممبران نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ حاضرین میں سے کچھ نے بار بار یہ پوچھا کہ ٹی وی اور ریڈیو اسلام کی تعلیمات کے بارے میں پوچھنے کے لئے آپ کی جماعت کو کیوں دعوت نہیں دیتے۔ حاضرین جلسہ جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن وقت ختم ہو چکا تھا۔ جلسے کی روئداد ایک صاحب نے بی بی سی کے ایک مقامی ریڈیو کو بھیجی تا کہ انگلستان کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو ہمارے تصورِ اسلام کے بارے میں علم ہو۔

جلسہ جماعت احمدیہ لاہور (یوکے شاخ)

۱ مئی کو جماعت انگلستان نے ایک مِنی جلسہ مُنعقد کیا۔ جلسہ صبح گیارہ بجے شروع ہوا۔ صبح کے وقت جماعت کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی گئی۔ اُس میں جماعت کی مشکلات کے ساتھ ساتھ اُن مشکلات کے حل پر تبادلہ خیالات بھی ہوا اور اگلے سال کے پروگرام پر بھی بحث ہوئی۔ مشکلات کے باوجود جماعت روبہ ترقی ہے۔ اِس سال قریباً تمام ممبران نے ماہوار چندہ بڑھایا ہے اور جماعت کے لئے مزید وقت کی قربانی دینے کے عزم کا اظہار کیا۔ (جزاک اللہ) انشاء اللہ اِس مِنی جلسہ کو ترقی دے کر ایک مکمل جلسہ بنایا جائے گا جس میں سب کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ ممبران سے درخواست ہے کہ دُعا کریں۔

جرمنی

محترم عامر عزیز صاحب بطور مستقل امام برلن پہنچ چکے ہیں اور بہت ہی تندہی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۹ مئی کو Merian school کے طلباء اور ٹیچر مسجد تشریف لائے اور اسلام کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔

۱۵ مئی کو جو کہ Dr. Ronen Steinke, Editor Policy Foreign of Süddeutsche Zeitungm مسجد تشریف لائے۔ یہ جنوبی جرمنی کا ایک جانا مانا اخبار ہے۔ وہ ۶ گھنٹے سفر کر کہ ۲ گھنٹے کی میٹنگ کے لئے مسجد آئے۔ انہیں جرمنی میں ہماری جماعت کی تاریخ سے بہت دلچسپی ہے۔ ایک فرانسیسی اور اُن کی بیٹی تشریف لائے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے۔

۱۹ مئی کو ۶۰ دانشوروں نے مسجد میں امام صاحب سے ایک میٹنگ کی۔ موضوع تھا کہ حضرت مرزا غلام احمدؒ کی مغرب کے بارے میں

فلاسفی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں آگے تحقیق کے لئے وظیفے دئے گئے ہیں۔ لیکچر اور تبادلہ خیالات کے بعد کھانے کا وقفہ تھا۔ یہ احباب جرمنی، بلغاریہ اور ایران سے تعلق رکھتے تھے۔

اُسی روز ۵۹ ڈینش طالبعلم مسجد آئے اور ایک گھنٹے کا اسلام پر لیکچر سُنا۔ اِس روز ۱۰۰ سے زیادہ مرد و زن مسجد میں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے آئے۔

۱۳ مئی کو University of Applied Sciences Potsdam کے لیکچرار اور طالبعلم جمعہ خطبہ سننے تشریف لائے۔ وہ ہمارے تصور اسلام سے بہت ہی متاثر ہوئے اور دیر تک اسلام کے متعلق

سوالات پوچھتے رہے۔

خدا ہمارے اِس مشن کو بڑی کامیابیاں عطا فرمائے۔

کشمیر (ہندوستان)

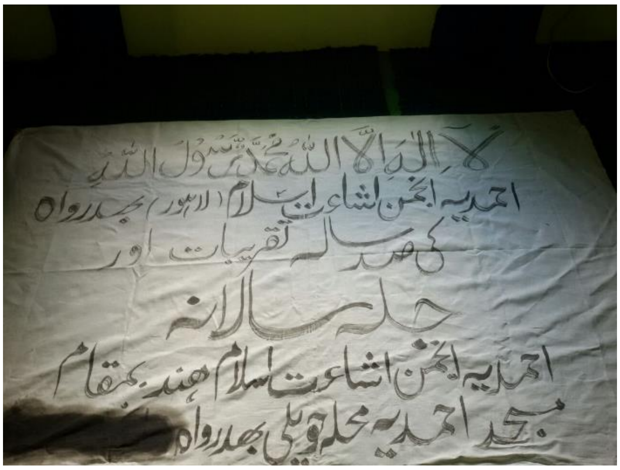

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال ۲۶ مئی کو ہندوستان میں جماعت بھدرواہ نے اپنا سالانہ جلسہ مُنعقد کیا۔ یہ کامیاب جلسہ ۲۸ مئی بروز اتوار اختتام کو پہنچا۔ جماعت انگلستان کی طرف سے ہمارے سب بھائیوں اور بہنوں کو بہت بہت مُبارک ہو۔

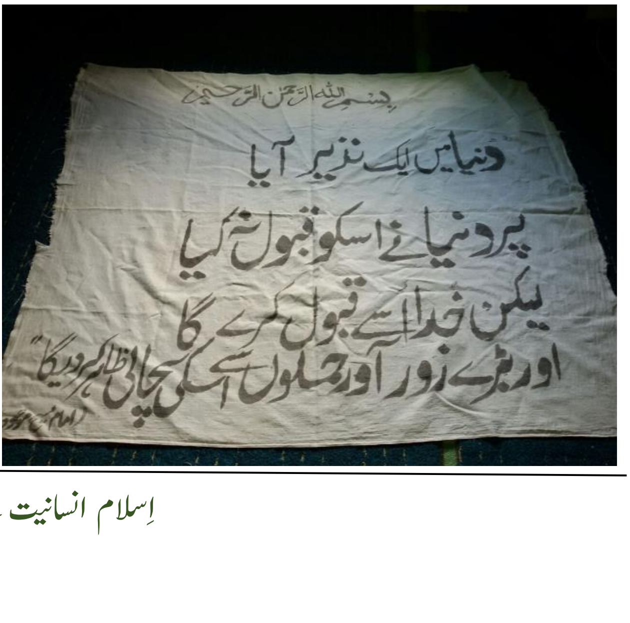

کلامِ امام

(نوٹ:۔ یہ مباحثہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے درمیان ہوا۔ یہ ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء کو شروع ہوا اور ۱۲ روز تک جاری رہا لیکن مولوی صاحب نے نہ اصل موضوع کی طرف آنا تھا کہ قرآن کیا کہتا ہے اور نہ آئے اور مباحثہ ختم ہو گیا۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے کہا "مرزا مجھے قرآن کی طرف بُلاتا ہے لیکن میں اُس کو حدیث کی طرف کھینچتا ہوں"۔)

مرزا صاحب۔ کتاب وسنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے۔ جس امر میں احادیث نبویہ کے معانی جو کئے جاتے ہیں کتاب اللہ کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معانی بطور حجۃ شرعیہ کے قبول کئے جائیں گے لیکن جو معانی نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہو گا ہم اس حدیث کے ایسے معانی کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین سے موافق و مطابق ہوں۔ اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہو گی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل کرنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ وآیتہ یومنون۔ یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلہ میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جاوے اور منشاء اچھی طرح سے کھل جائے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہو۔ مومن کا کام نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعدہ یومنون ان دونوں آیتوں کے ایک ہی معنی ہیں اس لئے اس جگہ تصریح کی ضرورت نہیں سو آیات متذکرہ بالا کے رو سے ہر ایک مومن کا یہ ہی مذہب ہونا چاہئے کہ وہ کتاب اللہ کو بلا شرط اور حدیث کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے۔ (2) اور آپ کے دوسرے امر مندرجہ صفحہ ۱۹ اشاعۃ السنہ کی نسبت علیحدہ

جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا جواب اسی میں آگیا ہے۔ یعنی جو امر قول یا فعل یا تقریر کے طور پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس امر کو بھی اسی محکم سے آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ حسب آیت شریفہ فبای حدیث بعدہ یومنون وہ حدیث قولی یا فعلی قرآن کریم کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔ اگر مخالف نہیں ہوگی تو ہم بسر و چشم اس کو قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو ہم حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے۔ اور اگر ہم باوجود پوری پوری کوشش کے اس امر تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف صاف کھلے طور پر ہمیں مخالف معلوم ہوگی تو ہم افسوس کے ساتھ اس حدیث کو ترک کردیں گے۔ کیونکہ حدیث کا پایہ قرآن کریم کے پایہ اور مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ قرآن کریم وحی متلو ہے۔ اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام بلیغ کیا گیا ہے کہ احادیث کے اہتمام کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ اکثر احادیث غایت درجہ مفید ظن ہیں اور ظنی نتیجہ کی منتج ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث تواتر کے درجہ پر بھی ہو تاہم قرآن کریم کے تواتر سے اس کو ہرگز مساوات نہیں بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ دستخط غلام احمد ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

پرچہ نمبر ۲۔ مولوی صاحب، آپ کے کلام میں میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں ہے۔ آپ نے قبولیت وحجیت حدیث یا سنت کی ایک شرط بتائی ہے۔ یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس حدیث یا سنت میں جو کتب حدیث خصوصاً صحیحین میں ہے۔ جن کا ذکر اصول سیوم میں ہے پائیجائے متحقق ہے یا نہیں بناءً علیہ وہ حدیث یا سنت جو ان کتب میں ہے حجت شرعی ہے یا نہیں۔ علاوہ بر آں اس کلام میں آپ نے جو شرط حجیت و قبولیت بیان کی ہے وہ شرط قانون درایت ہے نہ قانون روایت۔ اب آپ یہ بیان کریں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین جن کا ذکر اصل سیوم میں ہے مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں اور ان کتابوں کی احادیث بلاوقفہ و شرط واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر بلا تحقیق صحت بحسب اصول روایت عمل واعتقاد جائز نہیں۔ دستخط ابو سعید محمد حسین، ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

مرزا صاحب مولوی صاحب کا جواب سنکر میں عرض کرتا ہوں کہ میرے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر یک حدیث خواہ وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی ہو اس شرط سے ہم کسی معنوں میں جو بیان کئے جاتے ہیں قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کے رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق و مطابق ہو۔ اب زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ "اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں۔ اور ان کتابوں کی احادیث بلاوقفہ واجب العمل والاعتقاد میں یا ان کتابوں میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر عمل واعتقاد جائز نہیں"۔ اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ چونکہ حدیثوں کا جمع ہونا ایسے یقینی اور قطعی طور سے نہیں کہ جس سے انکار کرنا کسی طور سے جائز نہ ہو اور جس پر ایمان لانا اسی پایہ اور مرتبہ کا ہو جیسا کہ قرآن کریم پر ایمان لانا لہٰذا ہمارا یہ مذہب ہرگز ایسا نہیں ہے کہ روایت کے رو سے بھی حدیث کو وہ مرتبہ یقینی دیں جیسا کہ ہم قرآن کریم کا مرتبہ اعتقاد رکھتے ہیں* ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ حدیثیں غایت کار ظنی ہیں اور جب کہ وہ مفید ظن ہیں تو ہم کیونکر روایت کی رو سے بھی ان کو وہ مرتبہ دے سکتے ہیں جو قرآن کریم کا مرتبہ ہے۔ جس طور سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں اس طریق پر ہی نظر ڈالنے سے ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ہم اس یقین کے ساتھ ان کی صحت روایت پر ایمان لاویں کہ جو قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم ہے لیکن قرآن کریم کے کھلے کھلے منشاء سے برخلاف ہے۔ تو کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم اس کی مخالفت حالت میں قرآن کریم کو اپنے ثبوت میں مقدم قرار دیں؟ پس آپ کا یہ کہنا کہ احادیث اصول روایت کی رو سے ماننے کے لائق ہیں۔ یہ ایک دھوکا دینے والا قول ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ حدیث کے ماننے میں جو مرتبہ یقین کا ہمیں حاصل ہے وہ مرتبہ قرآن کریم کے ثبوت سے ہموزن ہے یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مرتبہ ثبوت کا قرآن کریم کے مرتبہ ثبوت سے ہموزن ہے تو بلاشبہ ہمیں اسی پایہ پر حدیث کو مان لینا چاہئے۔ مگر یہ تو کسی کا بھی مذہب نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اکثر احادیث مفید ظن ہیں۔ والظن لا یغنی من الحق شیئا مثلاً اگر کوئی شخص اس قسم کی قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں اور تمام الفاظ وحی الٰہی سے ہیں تو اس قسم کے کھانے میں وہ جھوٹا ہوگا۔

اور خود حدیثوں کا تعارض جو ان میں واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہیں ہیں پھر کیونکر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثیں روایتی ثبوت کے رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے برابر ہیں اکیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی رائے ظاہر کر سکتی ہیں کہ ثبوت کے رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی مرتبہ پر حدیثیں بھی ہیں؟ پھر جب کہ آپ خود مانتے ہیں کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئی ہیں اور غایت کار مفید ظن ہیں تو آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں کہ اسی مرتبہ یقین پر انہیں مان لینا چاہیے۔ جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ حدیثیں صرف ظن کے مرتبہ تک ہیں۔ بجز چند حدیثوں کے۔ تو اسی طرح ہمیں انکی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہیے۔ اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایت کے نقص سے خالی نہیں کیونکہ ان کے درمیانی راویوں کے چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھ چکے ہیں کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے **"کہ ایک ملہم شخص ایک صحیح حدیث کو بالہام الٰہی موضوع ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالہام الٰہی صحیح ٹھہرا سکتا ہے"** اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیونکر ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایہ قرآن کریم مان لیں گے؟ ہاں یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور مسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی۔ لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں جبکہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہیں نہ یقینی طور پر تو پھر یقینی طور پر انکا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہیں؟ الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہو گی وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے اور ان کی نسبت یقین کا ادعا کرنا ادعائے باطل ہے۔ دنیا میں جو اس قدر مخالف فرقے اہلِ اسلام میں ہیں خاصکر مذاہب اربعہ ان چاروں مذہبوں کے اماموں نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی ہے کہ یہ احادیث ظنی ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر حدیثیں ان کو ملی ہوں گی مگر ان کی رائے میں وہ حدیثیں صحیح نہیں تھیں۔ بھلا آپ فرماویں کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہیں تو کیا وہ شخص آپ کے نزدیک کافر ہو جائے گا؟ پھر جس حالت میں وہ کافر نہیں ہو سکتا تو آپ کیونکر ان حدیثوں کو روایتی ثبوت کے رو سے یقینی ٹھہرا سکتے ہیں؟ اور جبکہ وہ یقینی نہیں ہیں تو اس حالت میں اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پاویں گے اور صریح طور پر دیکھ لیں گے کہ وہ قرآن کریم سے صریحطور سے مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہیں دے سکتے تو کیا ہم ایسی صورت میں قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کر دیں گے؟ یا اس کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک میں پڑیں گے۔ کیا کریں گے؟ آخر یہی تو کرنا ہو گا کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہیں کھائے گی تو اس کو بغیر خوف زید و عمرو کے وضعی قرار دیں گے۔ بلاشبہ آپ کا نور قلب* اس بات پر شہادت دیتا ہو گا کہ حدیثیں اپنی روایتی ثبوت کے رو سے کسی طور سے قرآن کریم سے مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اسی وجہ سے گو وہ وحی الٰہی میں ہوں نماز میں بجائے کسی سورۃ کے ان کو نہیں پڑھ سکتے۔ اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور پر آنحضرت صلی الہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض بھی ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثیں ہیں وہ حدیثیں ان حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں جس کا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں؟ دونوں حضرت مسلم صاحب کی صحیح میں موجود ہیں۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہاں تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے تو آپ چپ رہے ہرگز انکار نہیں کیا۔ اور ظاہر ہے کہ نبی کا قسم کھانے کے وقت میں چپ رہنا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کھانا ہے۔ اور پھر ابن عمر کی حدیث میں صریح اور صاف لفظوں میں موجود ہے کہ انہوں نے

قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے اور جابر نے بھی قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ پھر ایک اور حدیث مسلم میں ہے جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہ کی حدیث تمیم داری جو اِسی مسلم میں موجود ہے صریح اس کے مخالف ہے۔ اب ہم ان دونوں دجالوں میں سے کس کو دجال سمجھیں؟ صدیق حسن صاحب جیسا کہ میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے ابن صیاد کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامۃ میں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ بہر حال اب یہ مصیبت اور رونے کی جگہ ہے یا نہیں کہ ایک ہی کتاب میں جو بعد بخاری کے اصح الکتب سمجھی گئی ہے دو متعارض حدیثیں ہیں!!! جب ہم ایک کو صحیح مانتے ہیں تو پھر دوسری کو غلط ماننا پڑتا ہے۔ ماسوا اس کے تمیم داری کی حدیث میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داری نے دیکھا تھا کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی تین حدیثیں صاف صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ سو برس کے عرصہ تک کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ بلکہ پہلی حدیث میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مر گئے ہوں۔ اب یہ دوسری مصیبت ہے جو دونوں حدیثوں کے صحیح ماننے سے پیش آتی ہے! آپ فرمادیں کہ ہم کیونکر ان دونوں کو باوجود سخت تعارض کے صحیح مان سکتے ہیں؟ پس اب بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح سمجھیں۔ غرض کہاں تک بیان کیا جاوے۔ جس قدر بعض احادیث میں تعارض و تخالف پایا جاتا ہے اس کے بیان کرنے کے لئے تو ایک رسالہ چاہئے۔ مگر اس جگہ اس قدر کافی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر تمام حدیثیں روایت کے وطرسے یقینی الثبوت ہوتیں تو یہ خرابیاں کاہے کو پڑتیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں یہ ثابت ہوگیا کہ حدیثیں بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہیں ہیں اس لئے وہ بجز شہادت و موافقت قرآن کریم یا عدم خلاف اس کے حجت شرعی کے طور سے کام میں نہیں آسکتیں اور قانون روایت کی رو سے ان کا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہیں ہو سکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے۔ سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ دستخط غلام احمد ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؒ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ اور ختم نبوت

(خدا خوف اور غیر متعصب اکابر علماء کی شہادت)

ڈاکٹر خورشید عالم تارین

مشہور نقاد اور عالم دین علامہ نیاز احمد فتحپوری مرحوم

”سب سے بڑا الزام احمدیوں پر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الرسل ہونا تسلیم نہیں کرتے اس سلسلے میں مجھے احمدی جماعت کا لٹریچر دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور میں نے جب مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو میں اور زیادہ حیران ہوا، کیونکہ مجھے ان کی کوئی تحریر ایسی نہیں ملی جس سے اس الزام کی تصدیق ہو سکتی۔ بلکہ اس کے برخلاف میں نے ان کو ختم رسالت کا اقرار کرنے والا اور صحیح معنوں میں عاشق رسول پایا۔“ (ماہنامہ نگار لکھنو۔ نومبر 1961ء)

”وہ اپنے آپ کو بربنائے تقلید نبویؐ، رسول کا سایہ اور اسوہ نبویؐ کا مظہر ضرور قرار دیتے تھے ۔ سو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ ہر شخص جو رسول اللہ کی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کی تقلید کرے وہ ”ظل نبوی“ کہلایا جائے گا۔ اور اگر مرزا صاحب نے عملاً اس کو کر دکھایا تو وہ یقیناً ظل نبویؐ بھی تھے اور بروز اسوۂ رسولؐ بھی۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ نہ احمدی جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ انکے کارناموں کو دیکھتے ہیں۔ محض سنی سنائی بات پر اعتماد کرکے اس کی طرف سے بد ظن ہو جاتے ہیں۔“ (ماہنامہ نگار لکھنو۔ مئی 1962ء)

علامہ ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب(سابق

صدر شعبہ اُردو، عربی آندھرا یونیورسٹی)

"آنحضرتؐ سے اُن کا (یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا) جذب و عقیدت اتنا ہی والہانہ اور شدید تھا، جتنا ایک کٹر مسلمان کا ہوتا ہے۔" (نقد ابو الکلام۔ ص476 مطبوعہ 1972ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاںؒ (پیر و مرشد نواب آف بہاولپور)

"مرزا صاحب کا سارا وقت خدائے عزوجل کی عبادت میں گزرتا ہے۔ یا نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں۔ یا دوسرے ایسے ہی شغل رکھتے ہیں۔ اور اسلام اور دین کی حمایت میں ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ دین محمدیؐ کی دعوت ملکہ لندن کو بھی کی ہے۔ اور بادشاہان روس و فرانس وغیرہ کو بھی دعوت اسلام کی ہے۔ اور تمام سعی اور کوشش ان کی اسی میں ہے کہ یہ لوگ یعنی عیسائی عقیدہ تثلیث اور صلیب کو، جو سراسر کفر ہے، چھوڑ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کریں۔ اور علمائے وقت کو دیکھو کہ جھوٹے مذہب والوں کو چھوڑ کر صرف ایک اس نیک مرد کے درپے ہوگئے ہیں۔ جو اہل سنت و جماعت سے ہے۔ اور صراط مستقیم پر ہے۔ اور لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے عربی کلام کو دیکھو، جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور انکا ہر ایک کلام معارف اور حقائق اور ہدایت سے پُر ہے۔ اور وہ عقائد اہل سنت و جماعت اور دین کے ضروری امور سے ہرگز منکر نہیں ہے۔" (ارشادات فریدی، بحوالہ شہادت حقہ۔ ص56)

مولانا سراج الدین والد ماجد مولانا ظفر علی خان مرحوم

"ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں۔ مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں، جیسا منصور کا دعویٰ انا الحق تھا۔ گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی و الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو پکا مسلمان سمجھتے تھے"۔ (اخبار زمیندار لاہور۔ 8 جون۔ 1908)

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب مرحوم

"امت محمدیؐہ خیر الامم ہے۔ انبیاء سابقین کے صفات اس امت کے ایک فرد میں جمع ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ صوفیائے کرام کے مقامات باطنی میں مقام ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ کا تذکرہ اس امر کی شہادت دے سکتا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب قادیانی میں نسبتِ عیسیٰؑ یا کرشن کا ظہور ہوگیا ہے تو کیا تعجب ہے؟ اور اس نسبت کے سبب سے ان کو کشف والہام ہونا بھی عجیب نہیں۔۔۔ اس کے بعد ہم کو مرزا صاحب کے افعال اور ان کے مریدوں کے اوضاع و اطوار کو دیکھنا چاہیئے۔ بظاہر ان کی صورتیں نیک اور متقی مسلمانوں کی سی ہیں۔ نمازوں کے پابند ہیں اور ان کی نماز میں بھی ہماری نماز سے کوئی اصولی تفاوت نہیں ہوتی۔ ان کے مریدوں میں انگریزی خوان بھی ہیں۔ مگر ان پر مذہبی رنگ زیادہ ہوتا ہے۔ بجائے اس کے دوسرے طبقہ کے مسلمانوں میں اس قسم کی بہت تھوڑی مثالیں ہیں۔" (اخبار 'وطن' 17 نومبر 1905ء۔ الحکم قادیان۔ 24 دسمبر 1905ء۔ ص9)

مولانا وحید الدین خان صاحب

ختم نبوت سے متعلق اپنے ایک حالیہ تحقیقی مقالہ میں لکھتے ہیں:

"Another example is that of the India born Mirza Ghulam Ahmad Qadiani (d.1908), regarded by some as a prophet. But according to the historically established record, this attribution has no sanction in the works of Mirza Ghulam Ahmad Qadiani. Therefore, he cannot be included in the list of prophets for he never pronounced himself to be a prophet of God. On the contrary what he claimed was that he was a shadow of the prophet Muhammad. He never projected himself as an independent prophet. He thus left it entirely to the prophet Muhammad either is validate or nullify his postion in terms of prophethood." (Al-Risala, Jan.-Feb. 2002)

ترجمہ: "ایک اور مثال ہندوستان کے جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی (وفات 1908ء) کی پیش جاتی ہے۔ جن کو کچھ لوگ نبی

مانتے ہیں۔ لیکن صحیح ترین اور مستند تواریخی شواہد اس امر کی تصدیق نہیں کرتے۔ اور نہ ہی مرزا صاحب موصوف کی ذاتی تحریرات اور تصنیفات سے اس بات کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کا شمار مدعیان نبوت کی لسٹ میں نہیں کیا جاسکتا۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے نبی ہونے کا کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اس کے برعکس انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "ایک ظل" (سایہ) ہوں۔ انہوں نے کبھی خود کو مستقل نبی کے طور پیش نہیں کیا۔ غرض انہوں نے اپنی نبوت کی تصدیق یا تردید کا سارا اختیار (اپنے مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کررکھا ہے۔"

ایک عاجزانہ درخواست

۲۶ مئی حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال تھا۔ ہم نے حضرت صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے کہ ہم دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گے۔ آئیں ہم سب اپنا احتساب کریں اور دیکھیں کہ ہم نے اپنا وعدہ کہاں تک پورا کیا ہے۔ دُنیا ہماری دشمن ہے لیکن بڑے بڑے طاقتور حکمران حضرت نبی کریمؐ کے دشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ تھا۔ قرآن نے اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور اُس ہاتھ نے بڑے بڑے دشمنوں کو زیر کردیا۔

اگر ہم نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر جو وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے ہم اُس پر ثابت قدم رہے تو ہم بھی اپنے مُخالفوں کو زیر کرلیں گے۔ عقائد کے لحاظ سے تو قیامت تک کا زمانہ ہمارا زمانہ ہے۔ لیکن کامیابی کے لئے اعمال بھی ضروری ہیں۔ اور دُرست پالیسی اور اُس پالیسی کا انفاذ بھی ہمارے اعمال میں شامل ہیں۔ اِس میں بلاچوں چراں حضرت مسیح موعود کے احکامات پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ ہم بزرگوں نے اُن کے احکامات پر عمل کیا اور مُخالفت کے باوجود کفر کے قلعوں میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیے۔

تمہیں کوئی زیر نہیں کرسکتا اور آج بھی اگر تم **ایک ہو جاؤ اور نیک ہو جاؤ** تو تم وہی کارنامے سرانجام دے سکتے ہو۔ یہ ہی اللہ کے پاک نبی ﷺ کی سُنت ہے۔ خدا ہمیں اِس پر چلنے کی توفیق دے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:- "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔"
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔
4. بمطابق فرمان نبوی حضرت ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اِس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر اُس شخص کو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ وہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔